www.KitaboSunnat.com

جناب ریاض الحسن نوری ایم اے

قسط آخری

روشن دور کی تاریکیاں

مادی سائنس اور فلسفے کے شاخسانے

(۲) جدید تہذیب اور قتلِ جنین

قتلِ جنین (Abortion) کا رائج العام ہونا نہ صرف کسی معاشرے کے جنسی فساد کا ثبوت ہوتا ہے، بلکہ فطرت سے یہ طریقِ تصادم بتاتا ہے کہ انسانیت کے اعلیٰ جذبات اور قیمتی اقدار کی تباہی ہو چکی ہے۔ مغربی معاشروں میں قتلِ جنین ایک کھیل بن چکا ہے۔ وہاں ادارہ ہائے اسقاط کو لفظ "مل" (Mill) بمعنی کارخانہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی کارخانہ ہائے قتلِ انسانِ نامولود۔ ان ترقی یافتہ اداروں کی رفتارِ کار اتنی تیز ہے کہ "مریضہ" داخل ہونے کے آدھ گھنٹے بعد اپنے بارِ رحم سے فارغ ہو جاتی ہے۔ ایک پروبیشن افسر نے ایک ڈاکٹر سے دریافت کر کے بیان کیا ہے کہ وہ ہفتہ کے روز ایسے کیس ۵۴ کر لیتا ہے۔ اوسطاً اس خدمت کو انجام دینے والے ڈاکٹر سالانہ ۴، ۵ ہزار کیس کرتے ہیں۔ بہت سے کیس پرائیویٹ اداروں کے پاس جاتے ہیں لیکن اگر کوئی معاملہ بگڑ جائے تو پھر سرکاری ہسپتالوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر مغربی دنیا میں قتلِ جنین یا اسقاط کے واقعات کی سالانہ تعداد لاکھوں سے گزر کر کروڑوں تک پہنچتی ہے۔

روس میں ۱۹۵۵ء تک اسقاط کرنا کرانا خلاف قانون تھا لیکن ۲۳ نومبر ۱۹۵۵ء کو ایک قانون کے ذریعے مستند (qualified) ڈاکٹروں کے ہاتھوں اسقاط کرانا جائز کر دیا گیا۔ روس میں رہائشی انتظامات کی کمی، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی یکجائی اقامت اور مرد و زن کے اختلاطِ عام نے قتلِ جنین کی مصیبت آہستہ آہستہ عام کر دی ہے ——— پہلے غیر قانونی صورتوں میں اور اب قانونی راستے سے۔ ۱؎

۱؎ The Soviet Regime — by W.W. KULSKI (p. 156) افسوس یہ ہے کہ وحی کی روشنی کے بغیر یہ تاریکیاں انہیں محسوس بھی نہیں ہوتیں اور اگلے پچھلے سبھی عقل کے پجاری انہی گڑھوں میں گرتے ہیں۔ یہاں تو جدید تہذیب کا ذکر ہو رہا ہے پرانا عقل کا پرستار فلسفہ بھی ایسی ہی گمراہیوں کا مبلغ رہا ہے جیسا کہ اس بارے میں افلاطون کے اس مشورے سے ظاہر ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رہے کہ جدید تہذیب کے یہ حالات برتھ کنٹرول کے باوجود ہیں جس کا نیا خوبصورت نام ترقی پذیر ممالک کے لیے فیملی پلاننگ تجویز کیا گیا ہے۔

جنسی گندگی:

کسی نظریۂ حیات اور تہذیب کی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی انسان کو اچھا انسان بنا سکے۔ اسے خواہشوں کی غلامی کی لپستی سے اٹھا کر خواہشوں کو اخلاقی انضباط میں رکھنا سکھائے۔ بصورت دیگر جو نظام یا تہذیب انسان کو خواہشوں کی سواری بنا دے، اس کے دوں نہاد ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا بخصوصیت سے کسی معاشرے میں جنسی میلانات کے لیے اگر حسنِ انضباط نہ پایا جاتا ہو تو وہ حیوانی سطح تک گر جاتا ہے۔

اس معاملے میں یورپ کا حال یہ ہے کہ ایسے واقعات شاذ و نادر نہیں ہیں کہ بہن بھائی آپس میں ناجائز تعلقات قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ میں یہ رواج پھیلتا جا رہا ہے کہ مرد آپس میں ہفتہ عشرہ کے لیے اپنی بیویاں بدل لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں "پگڑی بدل بھائی" کا محاورہ تھا۔ امریکہ میں اب "بیوی بدل دوست" کا نیا محاورہ تشکیل پا رہا ہے۔ گرل فرینڈ کا رکھنا تو شرافت و شائستگی کی ایک عام نشانی ہے۔ یہ حال ہے ان ممالک کا جو اسلام کے قانون تعدّدِ ازدواج (جو محدود بھی ہے اور مشروط بھی) پر حرف رکھتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی معاشروں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والے شاذ و نادر افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اور مغرب کی عشقیہ دوستی اور لاتعلق بلا نکاح کا ہزاروں حصہ بھی رائج نہیں۔

سفید کھال اور جدیدیت کے ظاہری خول کے پیچھے یورپ میں انتہائی گندہ آدمی پایا جاتا ہے جو نہ رفعِ حاجت کے بعد استنجا کرنا جانتا ہے، نہ غسلِ جنابت کا پابند ہے اور نہ کھانے کے بعد کلی کرنے کے آداب سے آشنا ہے اس "مہذب آدمی" کے اطوار کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ زوجین اور گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ ایک دوسرے کے خفیہ اعضاء کو چاٹنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے اور اس گھناؤنے ــــــ اور کریہہ فعل میں امریکہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغ شدہ مرد و زن میں سے تقریباً ساٹھ فیصد بُری طرح مبتلا ہیں ۱؎ یہی نہیں بلکہ یورپ کے ماہرین جو شادی شدہ لوگوں کے لیے بزعم خود سائینٹفک ہدایات پر کتابیں لکھتے ہیں وہ اپنی کتابوں میں اس قبیح اور غلیظ فعل کی نہ صرف تحریک پیدا کرتے ہیں بلکہ اسے عین تقاضائے فطرت قرار دیتے ہیں۔ ہاں ان کے نزدیک اس فعل کو صرف اس صورت میں غیر فطری کہا جا سکتا ہے جبکہ یہ اصل

۱؎ Caprio M. D. in his book Variations Sexual Behaviour page. 266

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل یعنی جماع کا قائم مقام بن جائے اور صرف اسی پہ اکتفا کی عادت ہو جائے [1]

بیعت کا انوکھا طریقہ:

آج کل ہی نہیں بلکہ قرون وسطیٰ میں بھی یورپ میں بہت سے عیسائی مذہبی فرقے اور جماعتیں ایسی تھیں جن میں بیعت کا طریقہ یہ رائج تھا کہ مرید کو مرشد کی مقعد کا بوسہ لینا پڑتا تھا۔

دریں حالات ہم کہتے ہیں کہ ایسی گندہ اور نجس قوموں کے ہاتھ کے ذبیحے کا تو سوال ان کے ہاں کے بنے ہوئے بسکٹوں وغیرہ کا خیال کر کے بھی ہمیں متلی ہوتی ہے۔

1: Ideal Marriage by velde. M.D. Published by Heinemann Medical books page 148, 149.

قارئین کو متعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ گندگی تو یورپین نسلوں کا قدیم خاصہ ہے۔ جو لوگ اعضائے تناسل کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان اعضاء کی گندگی سے پرہیز کے کیا معنی؟ چنانچہ ریلفر کیپریو (Refer Caprio M. D) اپنی کتاب ''Variations in Sexual Behaviour'' کے صفحہ ۲۰۹ میں ایک امریکی کا بیان لکھتا ہے۔

''I swallowed the semen during excitement''

یعنی میں نے جوش میں آکر مادہ تولید کو بھی نگل لیا۔ نیز اس کتاب میں امریکہ کے ایسے لوگوں کا ذکر بھی ہے جو دوسروں کو یا اپنی بیویوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے منہ میں پیشاب کرو ـــــــ اور اس طرح پیشاب سے لطف اندوز ہوتے ہیں ص ۲۷۸

مندرجہ بالا نجس عادات و افعال کے علاوہ بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو آج کل کی اس مہذب اور متمدن قوم میں عام پائی جاتی ہیں اور جن کا ذکر بھی ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ تاہم چند باتیں اس لیے درج مضمون کر دی گئی ہیں کہ موجودہ دور میں یورپ کی تقلید میں اندھا دھند بھاگنے والے مسلمان تہذیب یورپ کے ان نادر شاہکاروں سے واقف ہو کر بآسانی یہ اندازہ لگا سکیں کہ جو لوگ بظاہر ایک پلیٹ میں مل کر کھانا کھانے کو صفائی کے منافی اور اصول صحت کی رو سے قابلِ اعتراض سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا باطن کس قدر غلیظ اور مکروہ ہے۔ تعجب ہے کہ اس قدر نجس اقدار کے حامل لوگ مسلمانوں پر ایک برتن میں کھانے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں حالانکہ جدید سائنس بھی ـــــــ جس پر ان کو بہت ناز ہے ـــــــ چمچ کے بجائے ہاتھ سے کھانے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کو صحت اور نظام ہضم کے لیے نہایت مفید قرار دے چکی ہے۔ (ادارہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنزے کی رپورٹ کا خلاصہ یہ

Richard Lewinsohn, M.D. لکھتا ہے کہ کنزے رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ میں ۸۰ فی صد مرد اور تقریباً ۵۰ فی صد عورتیں شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہیں۔ ان میں سے ۹۶ فی صد مردوں نے ایسے جنسی تعلقات قائم کیے جو خلاف قانون تھے۔ ۷۰ فی صد نے رنڈیوں سے تعلقات قائم کیے اور ۱/۲ شادی شدہ مرد اپنی بیویوں سے بے وفائی کرتے ہیں۔ ۲۷ فی صد مردوں اور ۱۹ فی صد عورتوں نے ہم جنسوں سے تعلقات قائم کرنے کو تسلیم کیا، کھیتوں پر کام کرنے والے ہر چھ لڑکوں میں سے ایک جانوروں سے بدفعلی کا مرتکب ہوتا ہے۔[1]

مذکورہ بالا محقق، E.S. Turner کے حوالے سے کنزے سے قبل کے دور کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:—

"......شادی سے قبل جنسی تعلقات قائم کرنے کی وجہ سے جو بچے پیدا ہوتے تھے ان میں سے سرکاری ملازمین کے بچوں کی تعداد ۴۱ فی صد، ڈاکٹروں اور وکلاء کے بچوں کی تعداد ۳۰ فی صد اور پادریوں، استادوں اور افسروں کے بچوں کی تعداد ۱۵ ½ ہوتی تھی۔"

۱۹۲۸ء میں انگلینڈ میں جو حمل شادی سے پہلے ٹھہرے مگر وضع حمل سے قبل نکاح کے ذریعہ ان کو جائز کر لیا گیا،[2] ان کی تعداد ناجائز طور سے پیدا ہونے والے بچوں سے دگنی تھی۔ (یہ ذکر ۱۹۲۸ء کا ہے اور اب تو اس سلسلہ میں بہت ترقی ہو چکی ہے۔)

برٹرینڈ رسل اپنی کتاب Marriage and Morals by Bertrand Russell کے صفحہ ۱۰۰ پر لکھتا ہے:

---

(1) P 356 A History of Sexual Customs by Richard Lewinsohn M.D.

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر ہونے کے علاوہ P.h.d بھی ہیں اور مشہور محقق ہیں۔ ان کی اس کتاب کا ۱۹۵۸ء میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ ۱۹۶۴ء تک اس کے آٹھ ایڈیشن صرف انگریزی زبان میں چھپ چکے تھے۔

(2) یاد رہے کہ امریکہ اور یورپ میں یہ بات قانونی حیثیت رکھتی ہے کہ اگر حمل ٹھہرنے کے بعد وضع حمل سے پہلے پہلے کسی وقت بھی نکاح پڑھوا لیا جائے تو ایسا بچہ جائز متصور ہوگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" جنگ عظیم کے بعد سے امریکہ، انگلینڈ، جرمن اور سکنڈے نیویا میں بڑی تبدیلی آ گئی ہے باعزت خاندانوں کی کثیر (very-many) لڑکیاں اب اس کو ضروری (worth while) نہیں سمجھتیں کہ عصمت کی حفاظت کی جائے اور نوجوان اب رنڈیوں کے پاس جانے کے کی بجائے ایسی لڑکیوں سے تعلقات قائم کر لیتے ہیں جن سے کہ اگر وہ امیر ہوتے تو شادی کے خواہش مند ہوتے .... امریکہ میں بہت ہی کثیر تعداد میں (A very la ge persentage) لڑکیاں کئی کئی عاشق بنا لیتی ہیں اور بعد میں شادی کر واکے بہت ہی باعزت بن جاتی ہیں۔"

یورپ کی ان ہی حماقتوں کی بنا پر Leopold Asad نے مغربی تہذیب کو "کانا دجّال" کہا ہے جو صرف ایک آنکھ سے دیکھتی ہے اور دوسری آنکھ اس کی ہے ہی نہیں۔ چنانچہ نتیجۃً نہ صرف خود مضحکہ خیز بن کر رہ گئی ہے بلکہ دوسروں کو بھی تباہی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔

خنزیر خوری اور جنسی گندگی:

دنیا جانتی ہے کہ سؤر ایک ایسا جانور ہے کہ غلاظت اور فضلہ جس کا من بھاتا کھاجا ہے۔ پس جو لوگ اس کا گوشت کھاتے ہیں ان میں یہ اثرات آنے لازمی ہیں چنانچہ CAPRIO نے اپنی کتاب Variations in sexual behaviour میں مختلف جنسی عادتوں کا ذکر کیا ہے جو مغربی دنیا میں عام ہیں ان میں سے ایک ANILINGUS ہے جس کے معنی میں وہ لکھتا ہے کہ یہ ایسی عادت ہے کہ جس میں کوئی شخص دوسرے انسان کے خاص پاخانہ نکلنے کے مقام کو زبان سے چاٹ کر لطف اندوز ہوتا ہے۔ سؤر کا گوشت کھانے والوں میں ایسے لوگوں کا پیدا ہونا کوئی زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں۔ یورپ میں لواطت کا عام رواج بھی خنزیر خوری ہی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ اب تو وہاں مردوں کی مردوں سے شادیاں بھی ہونے لگی ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق مصنف مذکور لکھتے ہیں کہ:۔

"Paradoxically some homosexuals claim that the idea of having sex relations with a woman is revolting The mere mention of cunnilingus disgusts them. Yet they have no reluctance to performing fellatio to completion or performing anilingus on men."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ :- الٹی بات یہ ہے کہ کچھ ہم جنسی میں مبتلا مرد کہتے ہیں کہ ان کے لیے عورت سے ہم بستری کا خیال بھی قابلِ نفرت ہے اور عورت کی شرمگاہ کے بوسے کا خیال بھی ان میں نفرت کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہ لوگ مردوں کی شرمگاہوں پر کام و دہن کا استعمال کر کے ان کو منزل کرنے یا ان کی مقعد کو چاٹنے جیسی حرکات کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے [1]

مندرجہ بالا حقائق پر نظر ڈالنے کے بعد اپنے ملک کے ان نیم تعلیم یافتہ لوگوں (نیم تعلیم یافتہ اس لیے کہ ان کی اکثریت صرف مشین کے طور پر یار و پیہ کمانے کی غرض سے تعلیم حاصل کرتی ہے ورنہ نہ ان کو علم کا ذوق ہوتا ہے اور نہ کتابوں کا) کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جن کی ایک بڑی تعداد مغربی افکار کو وحیِ الٰہی سے بھی بلند درجہ دے کر ان کے پیچھے اندھا دھند اور دیوانہ وار دوڑتی چلی جا رہی ہے اور رفتہ رفتہ ذہنی غلامی کی انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح کی ایک صاحبہ نے جو چند ماہ انگلینڈ میں گزار آئی تھیں، انگریزوں کے دفاع میں ایک مرتبہ فرمایا کہ "وہ لوگ سور کھاتے ہیں لیکن وہ سوروں کو غلاظت نہیں کھانے دیتے" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں لاکھوں مویشی ان سوروں سے ہی Foot and colt کی وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر مرتے ہیں۔ تاہم اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ وہاں کے سور sterilized کھانا اور پانی استعمال کرتے ہیں تو بھی اس سے سور کی فطرت تھوڑی بدل جاتی ہے ؟ اگر کسی بلّی کو صرف دودھ پلا کر پالا جائے تو کیا اس کی گوشت خوری کی فطرت ختم ہو جائے گی ؟ ہرگز نہیں ! اسے جب بھی موقع ملے گا وہ اپنی اس فطرت کا آزادانہ استعمال کرے گی۔

پاکستان کے مشہور صحافی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے ہمیں ایک محفل میں بتایا کہ ایران کا شمار اگرچہ اسلامی ممالک میں ہوتا ہے تاہم وہاں بھی خنزیر خوری اس قدر عام ہے کہ جب ہم شاہ کی تاج پوشی کی رسم کے موقع پر ایران گئے تو اس مختصر سے عرصہ میں بھی باوجود نہایت احتیاط کے تین مرتبہ غلطی سے سور کا گوشت چکھنے میں گرفتار ہوئے ——— ایک ایران ہی کا ذکر کیا، دوسرے کئی اسلامی ممالک بھی مغرب کی نقالی میں حد درجہ ملوّث ہیں۔

1: Variations in sexual behaviour by F. S. caprio M.D. page, 93

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ اور روس میں جرائم کی رفتار:

H. Jones. اپنی کتاب Crime in a changing Society میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ موجودہ تہذیب میں اگرچہ لوگ مالی اور مادی خوشحالی کی اس بلندی تک پہنچ چکے ہیں کہ آج تک نہیں پہنچے تھے لیکن جرائم میں بھی اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ۱؎

W. C. Recless نے اپنی کتاب میں جرائم اور آبادی پر جو گراف دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء تک امریکہ کی آبادی ۸ بڑھی ہے لیکن جرائم ۴۸ بڑھ گئے ہیں۔ امریکہ میں ۱۹۶۵ء میں ۲،۷۸۰،۰۰۰ بڑے بڑے جرائم ہوئے۔ رفتارِ جرائم یہ تھی کہ ہر ایک ہزار میں سے چودہ آدمی بڑے بڑے جرائم کا نشانہ بنے اور اس بناء پر ۲۸۶، ۲۳۵، ۳ سفید فام اور ۴۹۹،۲۹۷، ۱ نیگرو گرفتار ہوئے۔ ۲؎ سفید فام زیادہ امیر اور تعلیم یافتہ ہیں لیکن جرائم میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف غربت ہی جرائم کو جنم نہیں دیتی۔ پھر مصنف لکھتا ہے:

"روس کے بڑے شہروں میں نابالغوں اور بالغوں میں جرائم کی ایک لہر پھیل چکی ہے۔" روس میں میونخ کے مقام پر ۱۹۵۹ء میں ایک انٹرنیشنل ریسرچ سنٹر قائم ہوا تھا۔ اس کی رپورٹ ہے کہ:

Izvesta نے حال میں لکھا ہے کہ کم عمر نوجوانوں کی غنڈہ گردیوں کے خلاف جو مہم جاری ہے اس کی تشہیر اچھی طرح ہونی چاہیے۔ ۳؎

مندرجہ بالا ادارہ ہی کا کہنا ہے کہ سوویت پریس نوجوانوں کی غنڈہ گردی کو کافی جگہ دے رہا ہے اور اس کے اخلاقی اثرات کے متعلق بھی لکھا جا رہا ہے ......

پراوڈا (PRAVDA) کی رپورٹ کے مطابق صرف ماسکو میں غنڈہ گردی کی روک تھام کے لیے ۲۰۰،۰۰۰ رضا کار پولیس کام کر رہی ہے۔

1: P. 150, 151 Crime in a changing Society by H. Jones.

اس کے خاص الفاظ یہ ہیں:-

"......most of us are better off than ever before, But we are also more crimnal than ever before.

2: P. 13 The Crime Problem by W.C. Reckless. 3: P. 15 محولہ بالا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سب کوششوں کے باوجود MOSCOW, KHARKOV اور URALSK میں غنڈہ گردی کا یہ عالم ہے کہ سوویت کے ایک سرکاری بیان کے مطابق حالت یہ ایں جا رسید کہ جیسے ہی اندھیرا شروع ہونے لگتا ہے۔ لوگ جلدی جلدی میونسپل پارک اور سبزہ راستوں کو خالی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ نوجوان شر انگیزوں نے پارک کی تمام عمارتوں (STRUCTURES) اور سجاوٹ کی چیزوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ بعض کو بگاڑ دیا اور دوسرے کو جلا دیا۔

حال ہی کی سوویت رپورٹ میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ موجودہ دور کی سوویت سوسائٹی میں سے پروان چڑھنا اور رہنا ایسی جرائم کی دنیا میں رہنا ہے جس میں کہ سوسائٹی کے ہر طبقے کے جوان بڑی تعداد میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ سوویت پولیس کے بیان کے مطابق بدترین مجرم وہ ہوتے ہیں جو خوش حال گھروں میں پروان چڑھتے ہیں اور ان کے والدین بااثر اور بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا ادارہ اس کی ذمہ داری سوویت سسٹم پر ڈالتا ہے۔ جہاں رسوخ یافتہ والدین غیر قانونی طور سے اپنی اولاد کی پشت پناہی کر سکتے ہیں[1]

فرانس میں جہاں کہ آدھی آبادی کمیونزم پر فریفتہ ہے اور سوشلزم کے دعویدار اور کارکن و مبلغ عام ہیں۔ اس سوسائٹی کا نقشہ پاکستان ٹائمز یوں کھینچتا ہے:[2]

"Paris Police as from last night were to be rinforced by 1200 special roit constables as part of an all-out Government bid to stampout attachs on unaccomporied girls and women"

ترجمہ:۔ "گزشتہ رات سے پیرس پولیس نے ۱۲۰۰ افراد کا خاص پولیس میں اضافہ اس لیے کیا ہے تاکہ اکیلی لڑکیوں اور عورتوں پر حملوں کا سدِّ باب کیا جا سکے ..... گزشتہ چند ہفتوں سے زنا بالجبر اور پرس چھیننے کے واقعات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ پیرس پولیس نے اکیلی عورتوں کو ہدایات دی ہیں کہ خطرے کے نمودار ہوتے ہی سیٹی بجا دیا کریں اور سیٹی ہر وقت اپنے پاس رکھیں۔ کیونکہ رات کے آوارہ لوگوں کے خلاف یہی بہترین ہتھیار ہے۔"

1: محولہ بالا P. 18   2: Pakistan Times 6' Nov. 1966

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیرس کی یہ حالت نام نہاد سوشلزم اور کیپٹلزم دونوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ تعجب ہے کہ اس مہذب اور بین الاقوامی شہرت کے حامل شہر میں رات کو اکیلی عورت اس طرح خطرہ میں ہوتی ہے۔

چوریوں کے اعداد و شمار:

ترقی پذیر ممالک میں سے روس اپنے جرائم کے اعداد و شمار یا تو چھاپتا ہی نہیں یا صحیح نہیں چھاپتا اور وہاں سنسر شپ بھی سخت ہے۔ اس لیے ہم مثال کے طور پر امریکہ کو لیتے ہیں کیونکہ چین نے بھی اعداد و شمار دینے بند کر رکھے ہیں۔

امریکہ میں ۱۹۶۵ء میں ۱۱۸۰۹۰۰ ڈاکے پڑے ۱۷۳۰۰۰۰ چوریاں ہوئیں ۷۶۲۴۰۰ بڑے درجہ کی چوریاں تھیں۔ علاوہ ازیں ۴۹۶۰۰۰ کاریں چوری ہوئیں اور ان تمام واقعات میں نقصان کا اندازہ ایک بلین ڈالر یا پانچ بلین روپے ۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰ یعنی ایک ارب روپے بنتا ہے [1] وہاں کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے۔ وہاں کی پولیس چوکنا اور جدید سائنسی آلات اور طریقوں سے پوری طرح لیس ہے۔ حال ہی میں بعض شہروں میں جرائم کی روک تھام ہیلی کاپٹروں سے سڑکوں اور مکانوں کی نگرانی رکھ کر کی جا رہی ہے لیکن اس کے باوجود بھی چوریوں کا یہ عالم ہے کہ اگر کہیں پولیس منظم اور اچھی تنخواہ پانے والی نہ ہو تو نہ معلوم کیا حشر برپا ہو۔

یہ تو تھا بڑی چوریوں کا حال، اب چھوٹی چوریوں کا سنیئے۔ آج کل کے زمانہ میں خریدار، دکانداروں کی اندھا دھند چوریاں کر رہے ہیں —— (stealing super markets blind) حتیٰ کہ ہر سال اسی طرح سے ۲۵۰ بلین ڈالر یعنی ۱۲۵۰ ملین روپے ۱۲۵۰۰۰۰۰۰۰ یا سوا ارب روپے کی مالیت کا سامان چوری ہو جاتا ہے [2]

ان چوریوں میں غریب، امیر، گھریلو عورتیں، غرض سوسائٹی کے ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دکانداروں کی چوریاں کرنے والے ان کے بے ایمان ملازم ہوتے ہیں۔ یہ بے ایمان ملازم بھی تقریباً اتنی ہی رقم کی چوریاں کر ڈالتے ہیں۔

1: P. 15, THE CRIME PROBLEM by W.C. RECKLESS

2: P. 165 ibid محولہ بالا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تازہ اعداد و شمار اس سے بھی آگے پہنچ چکے ہیں:

بین الاقوامی عیسائی مذہبی ہفتہ وار رسالہ AWAKE کے بیان کے مطابق امریکہ کے اندر ۱۹۶۷ء میں شاپ لفٹروں نے ۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر (یعنی ۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ روپے = ۱۰ ارب روپے) کا سامان چوری کیا۔ صرف بڑے دن کے زمانے میں ہی ۶۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر یعنی ۳،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ روپوں یعنی تین ارب پاکستانی روپے کی چوری ہوتی ہے[1]

چوری اور اس کی سزا کا قرآنی اعجاز:

قرآن میں چوری کی سزا یوں مذکور ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

یعنی چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ دو۔

قرآن کے اس قانون پر شاید اور تو کسی مسلمان ملک نے عمل نہیں کیا البتہ سعودی عرب نے ضرور کیا جہاں کسی زمانہ میں بے حد چوریاں ہوا کرتی تھیں۔ اس قانون پر عملدرآمد کے بعد وہاں چوریاں کالعدم ہو چکی ہیں۔ دنیا کو معلوم ہے کہ لوگ کئی کئی دن تک اپنے گھروں کو کھلا چھوڑ کر شہر سے باہر چلے جاتے ہیں لیکن چوری کا خیال بھی کسی کو نہیں آتا۔ اس طرح دکانوں کو کھلا چھوڑ کر دکاندار مسجد یا گھر چلے جاتے ہیں لیکن مجال ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز اٹھا لے! وہاں کے دکاندار شاپ لفٹنگ کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ قرآن کے اس زندہ معجزہ سے متاثر ہو کر پاکستان کے سابق چیف جسٹس کارنیلیس نے بین الاقوامی قانون دانوں کی مجلس میں اس سزا کو سراہا اور پاکستان میں بھی اس قرآنی قانون کی تعریف و توصیف کی۔ تعجب ہے کہ ایک عیسائی ماہرِ قانون کو یہ قرآنی اعجاز نظر آگیا لیکن مسلمان ملکوں کے اکثر سربراہوں کی آنکھوں پر پردہ پڑا رہا۔

تجربات شاہد ہیں کہ قرآن مجید کے تمام احکام ہی اس قدر موثر اور عین مطابقِ فطرت ہیں کہ ان میں کسی سقم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ان کی موجودگی میں کسی اور آئین وغیرہ کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ لیکن جب اذہان ہی غلامی اور تعصب کا شکار ہو جائیں تو اس کا کیا علاج ——؟

1: AWAKE dated 22nd Feb. 1968.

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ